غلام قادر روہیلا شہید

از

سید الطاف علی صاحب بریلوی بی-اے-(علیگ)

مترجمہ

محمد سراج الحق قریشی بی-اے

مطبوعہ

مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ

پرنٹر

خانصاحب جے احمد خاں

پبلشر

محمد امین یعقوبی نانوتوی منیجر بیت المصنف کانفرنس کمپاؤنڈ علیگڑھ

قیمت ۸/

غلام قادر روہیلہ شہید

چنگیز۔ ہلاکو۔ میر جعفر اور میر صادق کی طرح غلام قادر روہیلہ کا شمار بھی دنیا کی بدنام ترین ہستیوں میں ہے۔ تاریخ ہند کے صفحات اس کے مظالم کی داستانوں سے بھرے پڑے ہیں۔ انھیں داستانوں سے متاثر ہو کر شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر اقبال نے اپنی مشہور نظم :۔

روہیلہ کس قدر ظالم جفا جو کینہ پرور تھا
نکالیں شاہِ تیموری کی آنکھیں نوکِ خنجر سے
دیا اہلِ حرم کو رقص کا فرمان ستمگر نے
یہ اندازِ ستم کچھ کم نہ تھا آثارِ محشر سے[1]

لکھی۔ غلام قادر کی وجہ سے ہی پوری روہیلہ قوم بدنام ہوئی۔ نہ صرف قوم بلکہ سردارانِ قوم نواب محمد خاں بنگش۔ نواب احمد خاں بنگش۔ نواب علی محمد خاں۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں۔ ولاور الملک

---

[1] بانگِ درا صفحہ ۲۴۳۔ یہ رقص غلام قادر نے شہزادیوں کا نہیں بلکہ ۱۹ شہزادوں کا کرایا تھا، جس میں ولیعہد سلطنت شہزادہ اکبر جو بعد کو اکبر شاہ ثانی کے لقب سے ملقب ہو کر تخت نشیں ہوئے شامل تھے (نجیب التواریخ و دیگر کتب) اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اکبر و مرزا اکبر شاہ اور سلیمان شکوہ وغیرہ ۱۹ شہزادوں کو غلام قادر خاں نے اپنے سامنے بلوایا اور کہا کہ مدت سے میں سنتا ہوں کہ شہزادے خوب ناچنا اور گانا جانتے ہیں۔ لہٰذا کمال اشتیاق تھا اب وہ روز آیا ہے کہ میں تمہارا ناچ دیکھوں اور گانا سنوں اور اگر تم نے انکار کیا تو یاد رکھنا کہ اسقدر کوڑے ماروں گا کہ بے ہوش ہو جاؤ گے! ورتمہارے ہونٹ اور ناک کاٹ لئے جائیں گے۔ مجبوری جیسا جانتے تھے آوازیں ملا کر کان پر ہاتھ رکھ کر گانے لگے۔ اور ناچ کی حالت میں اپنی کمر و گردنوں کو مٹکا مٹکا ایسی جنبشیں دیں کہ نواب خوش ہو گیا۔

ناچ کے بعد کچھ کھانے پینے کو دیا اور سب کو پاس بٹھا کر اپنے ساتھیوں کو رخصت کر دیا۔ مرزا اکبر کے زانو پر سر رکھ کر سو گیا۔ اپنی تلوار اور چھری بھی مرزا اکبر کے سپرد کر دی تھی۔ جب سو کر اٹھا سب کے سر پر ایک ایک دھول ماری اور کہا یہ حوصلہ اور پھر خیال سلطنت کا۔ فقط تمہارا امتحان کر رہا تھا۔ تم ۱۹ تھے ...... مجھے مار ڈالتے ...... اس کے بعد گالیاں دے کر نکلوا دیا۔

نواب دوندے خاں۔ نواب نجیب الدولہ اور نواب امیر خاں کے مجاہدانہ کارناموں کو بھی دنیا نے فراموش کر دیا۔ لیکن یہ سب نتیجہ اُس غلطی کا ہے کہ ہمیشہ تصویر کا ایک ہی رُخ سامنے رکھا گیا۔ اور ہندوستان کی تاریخ صرف بادشاہوں کی تاریخ تک محدود رہ گئی۔ "مسلمانانِ ہند کی تاریخ" اب تک نہیں لکھی گئی جس کسی نے شہنشاہ دہلی سے وفاداری کی نیک نام ہوا اور جس نے بغاوت کی وہ بدنام ہو گیا۔ بغاوت کے کیا اسباب ہوئے اور باغی کا کیا نقطۂ نظر تھا اسے معلوم کرنے کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

غلام قادر روہیلہ کی شخصیت کو سمجھنے کے لئے ہمارے مورخین کے مطمح نگاہ میں اسی تبدیلی کی ضرورت ہے اور جوں ہی اُس وقت کے حالات و واقعات کا بادشاہ پرستی کی عینک اتار کر مطالعہ کیا گیا، آپ غلام قادر کو ظالم کی بجائے مظلوم سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ غلام قادر کے بارے میں مورخِ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی مرحوم کی بھی یہی رائے تھی چنانچہ ان کے شاگرد رشید ڈاکٹر عاشق حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں کہ:۔

"مولانا کو غلام قادر روہیلہ کے اس فعل پر کہ اس نے مغل بادشاہ شاہ عالم کی آنکھیں نکال لی تھیں اظہارِ ملامت کرنے سے بھی انکار ہوتا تھا وہ غلام قادر کو حق بجانب قرار دینے کے لئے تاریخی اسباب بیان کرتے تھے۔ علامہ اقبال نے جب غلام قادر روہیلہ پر اپنی مشہور نظم لکھی تو مولانا نے اعتراض کیا کہ یہ واقعہ جو نظم میں بیان کیا گیا ہے تاریخی حیثیت سے زیادہ اہم نہیں ہے۔" ؎۱

وہ تاریخی اسباب کیا تھے جن کے ماتحت غلام قادر "حق بجانب" ثابت ہو۔ کاش! مولانا اکبر شاہ خاں مرحوم جیسے محقق کے قلم سے ضبط تحریر میں آتے لیکن اب وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں! تاہم خدا کا شکر ہے کہ روہیلوں کی تاریخ کے ایک دوسرے ماہر ہمارے دوست مولوی سید الطاف علی صاحب بریلوی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ آپ نے اس اہم ضرورت کو پورا کیا۔ اور غلام قادر خاں کی شخصیت کو پہلی مرتبہ اپنے اصلی خط و خال میں پیش کرنے کی غرض سے ایک محققانہ مقالہ آل انڈیا ہسٹری کانگریس کے اجلاس ششم منعقدہ ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۴۳ء کو بمقام علی گڑھ پیش کیا اور جو بعد ازاں انگریزی اخبار ڈان کی اشاعتہائے ۴ر فروری اور ۴ر و ۱۱ر مارچ ۱۹۴۵ء میں بہ اقساط شائع ہوا۔ چونکہ دوسرے تاریخی مضامین کی طرح سید صاحب کے اس مضمون کو بھی مقبولیت حاصل

؎۱ "مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی مرحوم" از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صاحب ایڈووکیٹ لاہور، مطبوعہ نقوش جلد اول ۵۲ صفحہ ۴۳۔

ہوئی اور اس سے اٹھارویں صدی عیسوی کی رُبع آخری تاریخ ہند میں ایک نیا باب تحقیق و تدقیق کھلا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس کا آزاد ترجمہ مجلس مصنفین اور مصنف علی گڑھ کے ذریعہ اپنے اُن اہل ملک کے سامنے پیش کروں جو یا تو انگریزی زبان سے ناواقف ہیں یا جن کی نظر سے "ڈان" میں یہ مضمون نہیں گزرا[1] ایک تاریخی مضمون کو مستند اور قابل اعتبار سمجھنے کے لئے سب سے پہلے اُس کے ماخذوں کو دیکھا جاتا ہے اس لئے ترجمہ کرنے سے پہلے میں نے سید الطاف علی صاحب سے مل کر اُن کے اصل مسودے کو دیکھا جس میں حوالجات درج ہیں اور جن کو اخبار میں مضمون شایع کرنے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

سید صاحب کے ماخذ عہد شاہ عالم کی کتابیں۔ مرأت آفتاب نما۔ سیر المتاخرین۔ عمات السعات۔ اور ڈبلو فرینکلن کی تاریخ "شاہ عالم" کے علاوہ جس میں غلام قادر کے مظالم کے حالات ملتے ہیں۔ سنہ ۳۸ء میں شایع شدہ سر جادو ناتھ سرکار کی "زوال سلطنت مغلیہ" کی تیسری جلد بھی ہے۔ جس میں غلام قادر پر ایک تفصیلی باب ہے۔ سر جادو ناتھ سرکار کا ماخذ فقیر خیر الدین کا روزنامچہ ہے جو ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اور جس کے دو قدیم نسخے خدا بخش لائبریری پٹنہ اور رایل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود ہیں۔

(فقیر) خیر الدین یا مولوی خیر الدین احمد خاں مہاراجی سندھیا کے کیمپ میں برٹش ریزیڈنٹ کے میر منشی تھے۔ جس قدر واقعات اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں انگریزوں۔ مرہٹوں۔ بادشاہ دہلی اور روہیلوں کے مابین پیش آئے اُن کی اُنھوں نے قریب قریب صحیح تصویر کشی کی ہے۔ لیکن اوّل الذکر تاریخوں کی طرح خیر الدین کی تاریخ[2] بھی انگریزوں اور مہاراجی سندھیا کی شخصیت سے متاثر ہے۔ اور روہیلہ سردار کو نشانۂ ملامت بنانے میں اُن کے قلم نے بھی کافی جولانی دکھائی ہے۔ ضرورت تھی کہ کوئی شخص مخالف اور موافق مواد کو سامنے رکھ کر ایک کتاب تیار کرے۔ — اس خدمت کو مولوی مرزا نصیر الدین محمد خاں برلاس خلف مرزا عبد الہادی خاں برلاس ڈپٹی کلکٹر

---

[1] رسالہ "زمانہ" دہلی بابت ۱۰ اپریل [illegible]ء میں بھی سید صاحب کے اس مقالہ کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے اور جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے اس سے کافی استفادہ کیا۔ (قریشی)

[2] پروفیسر ابرار حسین فاروقی صاحب مسلم یونیورسٹی کا بیان ہے کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ عرصہ ہوا مراد آباد میں شائع ہو چکا ہے لیکن اب دستیاب نہیں ہوتا۔

خلف مولوی مرزا عبدالقادر خاں بر لاسس بہادر صدر الصدور سابق مرادآباد[ف1] نے اپنی کتاب "تحجیب التواریخ" لکھ کر انجام دیا۔ مرزا صاحب سبب تالیف کتاب کے ذیل میں لکھتے ہیں :۔

"میں نے بتلاشِ کتب تواریخ کہن سالانِ سفید ریش ساکنانِ نجیب آباد کے اقوال و روایاتِ مستند سے ایسے وقت میں (اس دفتر کو) مرتب کیا کہ جب ۱۸۶۰ء میں میرا تقرر ابتدائی نائب تحصیلداری ضلع مین پوری سے اوپر عہدۂ جلیلہ تحصیلداری نجیب آباد کے ہوا اور بندوبست دہم مالگزاری کا درپیش تھا اور مجھ کو بسبب مصد متصرمی بند دلبست علاوہ تحصیلداری کے جنگل اور دیس کے ہر مقام پر گشت و قیام کا اتفاق ہوا کہ بوجہ شوق حالات تاریخی یہ ایک عمدہ موقع ہے فراہمی سامانِ تاریخی من جانب اللہ ہاتھ آیا لہٰذا جن کتابوں کو میں نے دیکھا یا جن معتمدین سے ہیں تے بطور منقولات کچھ سُنا یا جن واقعات کو خود اپنی آنکھ سے دیکھا اُن کی تفصیل و تشریح کرنا مناسب سمجھا۔ تاکہ چینیانِ زمانہ جو جہل و حسد سے بیگانہ اور عقل و دانش سے دور و بیگانہ ہوتے ہیں میری محنت شاقہ کو اپنی خوردہ گیریوں سے ضایع نہ کریں۔"[ف2]

اس کے بعد مرزا صاحب نے اُن ۲۷ مشہور و معروف قلمی و مطبوعہ کتابوں کی فہرست درج کی ہے جو روہیلوں کی تاریخ کے لئے ناگزیر ہیں۔

فقیر خیرالدین کا روزنامچہ بھی اُن کے پیشِ نظر تھا۔ ساتھ ہی اکیس[۲۱] رؤسائے ذی عزت و متوسلین و مقربان نواب ججھو خاں (برادر غلام قادر خاں) رئیس نجیب آباد و دیگر مردمانِ کہن سال کے نام مع ولدیت وغیرہ کے درج کئے ہیں جن سے مرزا صاحب نے زبانی حالات سنے۔ اُن لوگوں میں سے ایک شخص غلام رسول خاں آفریدی کی بابت لکھا ہے کہ :۔

"اُس کی عمر ایکسو پچیس[۱۲۵] سال کی ہے اُس نے غلام قادر کے والد نواب ضابطہ خاں کو دیکھا تھا۔ عقل و حواس نہایت درست حالت میں ہیں اور رخن ہوٹ میں یکیاشے روزگار ہے۔"

اس اہتمام کے ساتھ لکھی ہوئی مرزا نصیرالدین محمد خاں کی کتاب کو چھپنے کی نوبت نہ آئی۔ البتہ مصنف کے قلم کا ایک غیر مربوط و نامکمل قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی لٹن لائبریری کے مخطوطات "نواب عبدالسلام خاں" اور مصنف ہی کا لکھوایا ہوا ایک دوسرا مکمل نسخہ نواب صدر یار جنگ بہادر کے کتاب خانۂ

ف1 مرزا عبدالقادر خاں بہادر کا ایک نہایت جسوط اور قیمتی روزنامچہ موسومہ وقائع عبدالقادر خانی نواب صدر یار جنگ بہادر کے کتاب خانۂ حبیب گنج (علیگڑھ) میں موجود ہے۔

ف2 تحجیب التواریخ صفحہ ۲ - ۳ -

حبیب گنج میں موجود ہے۔

لٹن لائبریری کے نسخہ کی ایک عمدہ خوشخط نقل یونیورسٹی نے اور کتاب خانۂ حبیب گنج کے نسخہ کی ایک صاف نقل سید الطاف علی صاحب بریلوی نے کرائی ہے آجکل ان نقول و حبیب گنج کے نسخہ کی ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے صحت کی جارہی ہے جس کے مصارف از راہِ معارف پروری جناب نواب صدر یار جنگ بہادر عنایت فرمائیں گے۔[۵۱]

نواب عبدالسلام خاں مرحوم "نجیب التواریخ" کے اشاعت پذیر نہونے کی وجہ اپنی فہرست کتب میں یہ لکھتے ہیں کہ:۔

> "سرسید احمد خاں نے اُسی زمانہ میں ایک کتاب "حالاتِ سرکشی ضلع بجنو" لکھی تھی جس پر مرزا صاحب نے اپنی کتاب کے اخیر حصّہ میں اعتراضات کئے۔ لیکن سرسید کی وجاہت کی وجہ سے اُن کی ہمّت نہوئی کہ اپنی کتاب چھپوانے۔ میری استدعا پر مجھے ۱۸۹۸ء میں عنایت کی۔" [۵۲]

سیّد الطاف علی صاحب نے اپنے مقالہ میں سب سے زیادہ مدد "نجیب التواریخ" سے لی ہے کیونکہ جس شرح و بسط کے ساتھ غلام قادر کے مخالف و موافق حالات اس کتاب میں ملتے ہیں، کسی دوسری جگہ اُن کی نظر سے نہ گزرے۔

سراج الحق قریشی

مترجم

---

[۵۱] امید ہے کہ جناب مرزا امیر الدین صاحب ریٹائرڈ پنشنر ڈپٹی کلکٹر مقیم علی گڑھ اپنے والد اور دادا صاحب کی کتابوں کو چھپوانے کی سعادت حاصل کریں گے۔

[۵۲] نواب عبدالسلام خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مجھے ایک روزنامچۂ غدر ضلع بجنور بھی عنایت کیا لیکن یہ پتہ نہ دیا کہ اُس کا مصنّف کون ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کے مصنّف بھی خود مرزا صاحب ہوں اور بوجہ ملازمت سرکاری اپنے نام کا اخفا کیا ہو۔ یہ روزنامچہ بھی لٹن لائبریری میں نواب صاحب کی کتابوں میں موجود ہے۔

(!!!)

غلام قادر روہیلہ جس نے ۱۷۸۸ء میں دلی تاراج کی بادشاہ شاہ عالم کی آنکھیں نکالیں اور شاہی خاندان پر ناقابل بیان مظالم اور سختیاں کر کے اپنی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگایا۔ ہندوستان کی تاریخ میں سب سے بڑا مجرم قرار دیا گیا ہے۔

اُس کی طرفداری میں آج تک نہ کسی نے زبان کھولی اور نہ کسی نے قلم اٹھایا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے سلطنتِ مغلیہ کی شان و شوکت کو ایسا صدمہ پہونچایا کہ پھر اُس کی تلافی نہ ہوسکی۔ اِس المناک حادثہ سے پہلے دہلی کے شاہی خاندان کی باوجود بربادی، مفلسی اور شکست خوردگی کے ایسی عزت تھی کہ اُجڈ سے اُجڈ اور سفاک سے سفاک قزاق کی ہمت نہ تھی کہ کسی مغل شہزادہ کی اشارۃً یا کنایتہً توہین کر سکے۔ غلام قادر نے ان افعالِ شنیعہ کا ارتکاب کیوں کیا، یہ ایک سوال ہے جس کا جواب دینے کی اس مقالہ میں کوشش کی جائے گی۔

کیا وہ فاترالعقل تھا۔ نہیں۔ یہ بات نہ تھی۔ "عجیب التواریخ" کے مصنف لکھتے ہیں کہ

"غلام قادر خاں دانائے روزگار تھا"

اُس کی پیدایش ایک امیر اور مہذب گھرانے میں ہوئی تھی اور اُس کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بہترین مواقع حاصل ہوئے تھے۔ چنانچہ جب چودہ [14] برس کی عمر میں شاہ عالم اس کو قید کر کے قلعۂ دہلی میں لے آئے تو خود شاہ عالم اور شاہی خاندان کے دوسرے لوگ اُس کے غیر معمولی حُسنِ صورت و سیرت اور دلفریب اندازِ گفتگو سے بہت متاثر ہوئے بہت جلد اُس کو اپنے خاندان کا ایک فرد سمجھنے لگے۔ اور محل کے اہم فرایض اُس کے سپرد کر دئے گئے۔ یہ فرایض اُس نے برسوں انجام دئے۔ کردار کے اس پسِ منظر کی کیا بالکل کایا پلٹ ہوسکتی ہے اور کیا کسی شخص کی اخلاقی حالت اتنی گر سکتی ہے جیسی کہ غلام قادر خاں کی گری ہوئی نظر آتی ہے۔

کیا اُس نے بلا وجہ رہزنوں کی سی عادات اختیار کرلیں اور اپنے کو مجرمانہ بداعمالیوں کی گہرائیوں میں ڈبو دیا۔ لیکن نہیں یہ بات نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ متواتر دو [2] ماہ سے زیادہ شاہی خاندان پر سخت مظالم توڑنے اور لال قلعہ کا ایک ایک گوشہ تاراج کرنے کے بعد مرہٹوں کے سخت محاصرہ کی وجہ سے غلام قادر جب قلعہ سے نکلنے لگا تو اُس نے اپنی فوج کے سرداروں کو جمع کیا اور قرآن شریف درمیان میں رکھ کر کہا:۔

"میں نے اب تک تم لوگوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی ہے۔ جس کسی کو میرے ساتھ مرنا ہے اس قرآن کی قسم کھائے اور جس کسی کو جان عزیز ہو بخوشی ہم سے رخصت ہو جائے۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ سوائے حضور کی ذات کے ہمارا کہیں ٹھکانہ نہیں ہے جب تک جان میں جان باقی ہے جاں نثاری کو حاضر ہیں۔" [1]

اس کے بعد غلام قادر ہر ایک سے بغلگیر ہوا۔ کیا جرائم پیشہ لوگوں کی یہ خصوصیات ہوتی ہیں۔؟

حقیقت یہ ہے کہ غلام قادر جنگ جو روہیلا قوم کا آخری جانباز سردار تھا اور وہ اپنے جدِ امجد نواب نجیب الدولہ کی طرح سیاسی خرابیوں اور روحانی ظلمت کو دور کرنا اور ہندوستان میں مسلمانوں کے اثر و اقتدار میں ایک نئی روح پھونکنا چاہتا تھا۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس کی تمام جدّ و جہد رائگاں گئی۔ اور بعد کو جو واقعات رونما ہوئے اُن کی ذمہ داری کلیتاً شاہ عالم پر ہے۔ ذیل کے واقعات سے اُس وقت کے ملکی معاملات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کے حملے کے بعد سلطنت دہلی کا جہاز نہایت بے سروسامانی کے ساتھ تباہی کے سمندر میں ہچکولے کھا رہا تھا اور چاروں طرف سے جاٹ سکھ اور مرہٹے وغیرہ اُس کی لوٹ کھسوٹ پر آمادہ ہو گئے تھے۔

مرہٹوں نے خاص طور سے عروج حاصل کیا اور قریب قریب پورا شمالی ہند مع دہلی اُن کے زیر اقتدار آگیا۔

مغلیہ سلطنت کے آفتاب حکومت کو ہندوستان میں گہن لگنے ہی والا تھا کہ چند جاں نثار اور قوی دل لوگ تباہی خیز طوفانی موجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ غلام قادر خاں کے دادا نواب نجیب الدولہ ان سب میں پیش پیش تھے اور یہ انھیں کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ کم از کم تھوڑے عرصہ کے لئے سلطنتِ اسلامی موت کے منھ میں پڑنے سے بچ گئی۔

نجیب الدولہ شروع میں ایک معمولی سپاہی تھے لیکن اُنھوں نے اپنی محنت اور لیاقت کے بل بوتے پر اکابرِ سلطنت میں جگہ حاصل کر لی۔

نجیب الدولہ دہلی کے مشہور رہنمائے ملت اور مجدّدِ وقت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] نجیب التواریخ صفحہ ۱۲۸ –

کے مُرید تھے اور اُنھیں کی تحریک پر ہندوستان میں انھوں نے روہیلوں کی تنظیم کی۔ احمد شاہ درّانی کو دعوتِ جہاد دی[۵]۔ مرہٹے اور افغان دونوں طاقت آزمائی کے لئے پانی پت کے میدان میں ۱۷۶۱ء میں جمع ہوئے۔ مرہٹوں نے بُری طرح شکست کھائی۔ اور مغلیہ سلطنت پر اُن کا بڑھتا ہوا اقتدار ختم ہوگیا۔ نجیب الدّولہ پانی پت کی لڑائی کی قابلِ قدر خدمات کی وجہ سے سلطنت کے بخشی الملک (کمانڈر انچیف) اور نائب السلطنت مقرر کئے گئے۔ یہ بات سب پر روشن ہے کہ آصفجاہ نظام الملک کے بعد وہ اس اعلیٰ مرتبہ پر اپنے زمانہ کے سب سے بڑے سیاست داں اور فوجی جنرل ثابت ہوئے۔ اُن کی زندگی کا مقصدِ اوّلیں یہ تھا کہ وہ سلطنت کو زوال پذیر ہونے سے بچائیں اور پچھلے نقصان کی بھی تلافی کریں۔ اس ارادے میں وہ بدرجۂ اتم کامیاب ہوئے۔ اور ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء میں جبکہ اُنھوں نے وفات پائی تو سلطنت دہلی کا اُس وقت کوئی مسلم یا غیر مسلم مدمقابل نہ تھا جب یہ واقعات ہو رہے تھے اور سلطنت زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ شاہ عالم میدانِ عمل سے دُور تھے نہ صرف یہ بلکہ جس وقت وہ مشرق میں مارے مارے پھر رہے تھے اُنھوں نے غیر ملکی خریدارانِ سلطنت کے ہاتھ ملک کے سب سے زیادہ زرخیز صوبے کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے۔ اور پھر یہی غیر ملکی طاقت رفتہ رفتہ مغلوں۔ پٹھانوں۔ مرہٹوں۔ جاٹوں اور سکھوں۔ سب کو ہضم کر گئی۔

نجیب الدّولہ جیسے دلیر۔ ایماندار۔ اور مخلص محافظ سلطنت کی وفات شاہ عالم کے لئے ایک زریں موقع تھی۔ اب وہ آزاد تھے کہ اپنے موروثی بقیہ مقبوضات کو بھی زیادہ سے زیادہ بولی بولنے والے کو دے ڈالیں۔ اس دفعہ اپنے محسنوں کو نیچا دکھانے کے لئے اُنھوں نے اُن مرہٹوں سے مصالحت کی جن کو دس سال قبل بدشواری ہندوستان سے افغانستان تک مسلمانوں کی متحدہ طاقت بے دخل کر سکی تھی۔

۱۷۷۱ء میں شاہ عالم نے مہاداجی سندھیا کو جو اُس وقت شمالی ہندوستان میں پیشوا کا مدارالمہام تھا اپنے ساتھ الہ آباد سے دہلی ہمرکاب ہونے کی دعوت دی۔ دہلی میں نجیب الدولہ کا لڑکا اور جانشین نواب ضابطہ خاں حکمراں تھا۔ اُس وقت اِس روہیلہ سردار کی فوج دہلی کی حفاظت کر رہی تھی اور بادشاہ کی والدہ محترمہ اور ولیعہد سلطنت کی خدمت پر مامور تھی۔ شاہ عالم نے مہاداجی

---

[۵] شاہ ولی اللہ نمبر "الفرقان بریلی" مضمون مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی۔

خفیہ معاہدہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹوں نے دہلی پر چاروں طرف سے گولہ باری کی اور لال قلعہ کو ضابطہ خاں کے گماشتہ سے چھڑا کر بادشاہ کے نام پر قبضہ کر لیا۔ مرہٹوں کی حفاظت میں دہلی جاتے ہوئے شاہ عالم فرخ آباد کے قریب پہونچے تو اُنھوں نے نواب احمد خاں بنگش کے جانشین کی ریاست ضبط کر لینے کا ارادہ کیا۔

یہ احمد خاں بنگش بھی جنگ پانی پت کے ایک دوسرے ہیرو اور نجیب الدولہ کے حلیف تھے نواب بنگش کے جانشین فخر الدولہ نے اس مطالبہ کا جواب اس طرح دیا کہ روہیلوں کی ایک کثیر فوج مقابلے کے لئے جمع کر لی۔ مگر جنگ نہیں ہوئی اور بادشاہ نے اپنے سرپرست مرہٹوں کی مدد سے صرف ۶ لاکھ روپیہ لینے پر قناعت کر لی۔

۱۷۷۲ء شاہنشاہ کے دہلی پہونچتے ہی اُن کے نئے محافظوں نے چیخ پکار مچانا شروع کی کہ اُنھیں جنگ پانی پت کا انتقام لینے کی غرض سے روہیلوں کے ملک پر تاخت کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس پر شاہ عالم نے حملہ کا معقول بہانہ تلاش کرنے کی غرض سے ضابطہ خاں کو طلب کیا اور حکم دیا کہ اپنے باپ کی جائداد کے حق جانشینی اور عہدہ کے مروّجہ ٹیکس ادا کرے۔ اور صرف خاص کی اُن اراضیات کا جو نجیب الدولہ کے پاس عرصہ دراز تک رہیں حساب پیش کرے۔ اپنے مرحوم والد کے ساتھ احسان فراموشی اور توہین سے ضابطہ خاں مشتعل ہو گیا۔ اس کے فطری افغانی جذبات برانگیختہ ہو گئے اور اُس نے شاہی قاصدوں کو سخت کلامی کے ساتھ واپس کر دیا۔

اس پر شاہی فوج کا ایک حصہ ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں ایرانی نئے وزیر اعظم و سپہ سالار افواج کی سرکردگی میں مع ٹوکوجی ہلکر مہاداجی سندھیا اور دیساجی کرشنا سرداران مرہٹہ کی فوج کے ضابطہ خاں کے حدودِ حکومت میں داخل ہو گیا۔ اس فوج کی روانگی کے گیارہ دن بعد شاہنشاہ بھی دہلی سے روانہ ہو گئے۔ ضابطہ خاں نے اپنے اہل خاندان اور خزانجات پتھر گڑھ میں جو نجیب آباد ضلع بجنور کا سنگین قلعہ تھا پہونچا دئے۔ اور وہ خود اپنی جنگ آزمودہ ایک لاکھ روہیلہ فوج کے ساتھ دریائے گنگا کی مشرقی کنارہ پر مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا۔

روہیلے جو گزشتہ بیس سال سے سلطنت مغلیہ کی خدمت کے لئے اپنی جانوں کی بازی لگا رہے تھے آج پہلی مرتبہ اپنی حفاظت کے لئے اُن کے خلاف تلوار اُٹھانے پر مجبور ہوئے۔

۲۳ فروری ۱۷۷۲ء کو بمقام سکرتال متصل ہردوار فیصلہ کُن جنگ ہوئی جس میں روہیلے بعض تدابیر جنگ میں مات کھا جانے اور مخالف فوج کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے بُری طرح

مغلوب ہوئے۔ ہزار ہا روہیلے جان سے مارے گئے۔ اور اُن کے افسروں کے سر جسموں سے جدا کر کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجے گئے شاہ عالم کو اپنے عہدِ حکومت میں اس پہلی اور نام نہاد شاندار فتح کی بے حد خوشی ہوئی۔

شکست کے بعد ضابطہ خاں اپنی حالت کو غیر محفوظ سمجھ کر شمالی پہاڑیوں کی طرف فرار ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد شاہی فوج نے پتھر گڑھ کے قلعہ پر جس میں افغان سرداروں کے بیوی بچے مقیم تھے چڑھائی کی۔ قلعہ کا سردار اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کو راضی ہو گیا کہ محصور پٹھانوں کی جان اور ان کی عزت برقرار رکھی جائے۔ شرائط طے ہو گئے اور ۱۶ مارچ ۱۷۷۲ء کو پتھر گڑھ کا قلعہ خالی کر دیا گیا۔

لیکن شرائط صلح کا کچھ لحاظ نہ کیا گیا۔ مرہٹے قلعے کے دروازہ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ پہلے جو باہر نکلے تو جامہ تلاشی لی گئی اور انھیں ننگا کر کے بھگا دیا گیا۔ بہت سے افغان خاندانوں نے مرہٹوں سے چھٹکارا پا کر شاہی کیمپ میں پناہ لی تو شاہی فوج کے لٹیروں اور تورانی مغلوں نے اُن کے وہ کپڑے بھی اُتار لئے جو مرہٹوں نے چھوڑ دئے تھے اور مستورات کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر اپنے خیموں میں کھینچ لے گئے۔

یہی وہ ذلیل حرکت تھی جس کا ذکر کر کے غلام قادر نے ان لوگوں کو جواب دیا جو قلعہ دہلی کے شاہی حرم پر رحم کی درخواست کرتے تھے۔ اُس نے کہا:۔

> ”کیا تمہیں یاد ہے کہ بادشاہی ملازموں کے ہاتھوں اس سے زیادہ ہمارے اور ہمارے ناموس کے ساتھ ظلم ہوا تھا۔ تماشہ اُس وقت ہوگا جب میں حکم دوں گا کہ میری روہیلہ فوج کی سپاہ کو بادشاہ زادیاں بدوں نکاح مباح ہوں تاکہ اُن کے بطن سے ایک دلیر نسل پیدا ہو۔“ [1]

پتھر گڑھ لینے کے بعد مرہٹوں نے نجیب الدولہ کی قبر کے تعویذ کی عبارت کو مٹا دیا اور اُس پر مرہٹی زبان میں کندہ کرایا کہ ”ہم نے پانی پت کی لڑائی کا بدلہ لے لیا۔“ [2]

ضابطہ خاں کے توپ خانے اور خزانجات نیز ہاتھی۔ گھوڑے اور دیگر جائداد پر بھی قبضہ کر لیا۔ لاکھوں روپیہ کا مال غنیمت مرہٹہ افسران نے غبن کر لیا۔ جو نہ بادشاہ کو ملا اور نہ پیشوا کو۔ مرہٹہ گورنمنٹ کو سرکاری طور پر جو چوتھائی حصہ ملا وہ دس لاکھ روپیہ اور ۲۲۹۸ گھوڑوں پر مشتمل تھا۔ انتقام لینے کا جذبہ نجیب الدولہ کے خاندان کے علاوہ ساری روہیلہ تک پہنچا۔ حافظ الملک

---

[1] نجیب التواریخ۔ [2] سرگزشت مہاسن مسکین۔

حافظ رحمت خاں کے مقبوضات روہیلکھنڈ پر بھی بلا وجہ حملہ کر دیا۔ باوجود اس کے کہ اُس خدارسیدہ حاکم نے کوئی اشتعال انگیز بات کسی کے خلاف نہیں کی تھی۔ چالیس لاکھ روپیہ کا تاوان اُن پر قایم کیا گیا۔ جس کا ضامن شجاع الدولہ والیِ اودھ ہوا۔ اور جس کے نتیجہ میں کچھ عرصہ بعد ۱۷۷۴ء وہ تباہ کن روہیلا جنگ ہوئی جس میں حافظ الملک شہید ہوئے اور علاقہ روہیلکھنڈ پہلے حکومت اودھ کے قبضہ میں اور اُس کے بعد انگریزی سلطنت میں شامل ہوگیا۔ واپسی میں دلّی جاتے وقت روہیلکھنڈ کے بہت سے شہروں مثلاً۔ آنولہ۔ بریلی۔ رامپور اور امروہہ وغیرہ میں شاہی فوج نے آگ لگا دی اور انھیں خوب تاخت و تاراج کیا۔ سارا ملک بے چراغ اور ویران کر دیا گیا۔ ضابطہ خاں کے افرادِ خاندان۔ مرد اور عورتیں اور اُس کا خُرد سال لڑکا غلام قادر مرہٹوں کی قید میں رہے اور سخت مصیبت اُٹھانے کے بعد شجاع الدولہ کی سفارش سے رہا ہوئے۔

اس موقع پر شجاع الدولہ نے مہاداجی سندھیا کو جو خط لکھا تھا درج ذیل ہے:۔

''دشمن کے ناموس کی دوست کے ناموس سے زیادہ عزّت کی جاتی ہے اگر جفا کی ہے یا عیوض خطا لیا جاتا ہے تو کوئی شخص زن و فرزند پر ستم پسند نہیں کرتا۔ تمہارا دشمن یا خطا وار جو کچھ ہے ضابطہ خاں ہے۔ نہ کہ اس کے زن و فرزند۔ اگر زن و فرزند کو قید کرنے سے یہ مقصود ہے کہ نواب موصوف اُن کی محبت سے بے قرار ہو کر اپنے آپ کو تمہارے سپرد کر دے گا تو یہ بھی ممکن نہیں لہٰذا اُس کے زن و فرزند کو اسیر رکھنے سے کیا فائدہ۔ راہِ ثواب یہ ہے کہ برعایت شیوۂ پسندیدۂ سرداران دکن کے آپ متعرض بحالِ ننگ و ناموس شرفا کے نہ ہوں اور نواب کے زن و فرزند کو اِس طرف روانہ فرمادیں۔ بالفرض اگر نواب نجیب الدولہ تمہارے بھائیوں کا بڑا دشمن تھا اور بدسلوکی انواع و اقسام کی عمل میں لایا تو اگرچہ بدی کا بدلہ بدی سے دینا آسان ہے لیکن یہ شیوہ بہادروں کا نہیں ہے۔'' [۵]

[۵] نجیب التواریخ

۱۷۷۴ء کی جنگ روہیلا جس میں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا حافظ رحمت خاں شہید ہوئے۔ اور پورے روہیلکھنڈ پر شجاع الدولہ نے بادشاہ کی اجازت اور انگریزوں کی مدد سے قبضہ کیا۔ ضابطہ خاں نے نادانی سے شجاع الدولہ کا ساتھ دیا لیکن جنگ کے بعد ضابطہ خاں کے بقیہ علاقے پر بھی ذوالفقار الدولہ نجف خاں وزیر اعظم بادشاہ دہلی نے دھوکے سے قبضہ کر لیا۔ اور جب ضابطہ خاں بے یار و مددگار رہ گیا اور خانہ ویرانی کے بعد ہر چیز سے محروم کر دیا گیا تو بے بس مع اپنے اہل خاندان کے دہلی لایا گیا اور نجف خاں اس کی خستہ حالی سے فائدہ اُٹھا کر اُس سے

مطالبہ کیا کہ اپنی لڑکی کی شادی اُس کے ساتھ کردے۔ جس کے معاوضہ میں سہارن پور کی جاگیر ضابطہ خاں کو دی گئی۔ ضابطہ خاں اس تجویز پر راضی تھا لیکن اُس کی اولاد اور نجیب آباد کے شرفاء کا بیان ہے جنھوں نے کہ اس واقعہ کو اپنے آباؤاجداد سے سُنا تھا کہ صرف منگنی تھی ہوئی تھی۔ شادی نہیں ہوئی۔ تمام غیرت مند افغانوں اور نجیب الدولہ کے اہل خاندان نے اس ذلت کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ غلام قادر کے اشارہ سے لڑکی کی ماں نے اُس کو زہر دے کر مار ڈالا۔ ضابطہ خاں کی لڑکی . . . . شاہی تکبر کی قربان گاہ پر جس طرح بھینٹ چڑھی اس کی تائید غلام قادر کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے جو اُس نے ۱۷۸۵ء میں دہلی سے اپنی والدہ کو لکھا تھا:۔

"ہم اِس باپ کے زمانہ میں موروثی جائداد سے محروم ہوئے۔ امیرالامرا کا خطاب گیا۔ کافروں کے خلاف جو لڑائیاں ہوئیں اُن میں ہماری عورتیں اور بچے مرہٹوں کی رُسوا کُن قید میں رہے۔ خاندان برباد ہوئے اور آخر میں اُس نے میری ہمشیرہ کی منگنی غیر کفو میں کردی جس کی وجہ سے ہمیں اُسے زہر دے کر مارنا پڑا۔ اب یہی بہتر ہے کہ تم میرے اس مجرم باپ کو زہر دے کر مار ڈالو۔ ورنہ میں تمہارا اور اُس کا دونوں کا خاتمہ کر دوں گا" ۵۱

۲۸ اپریل ۱۷۷۲ء کو شاہ عالم نے مرہٹوں اور مغلوں کی کثیر فوج سے ضابطہ خاں کی آخری جائے پناہ قلعہ غوث گڑھ پر جو ضلع سہارن پور میں تھا اور جس میں اُس کا مال و متاع تھا اور بیوی بچے رہتے تھے حملہ کر دیا۔ سخت لڑائی کے بعد قلعہ فتح ہوگیا۔ اور ضابطہ خاں اپنی جان بچانے کے لئے سکھوں کے علاقہ کی طرف فرار ہوگیا۔ ۵۲

ضابطہ خاں کا بیٹا غلام قادر اور اُس کے چچا سلطان خاں کا لڑکا میدان جنگ میں گرفتار ہوئے۔ غوث گڑھ کے لوگوں کا قتل عام اور غلام قادر کی گردن زدنی کا حکم ہوگیا۔ لیکن منظور علی خاں خواجہ سرا بیچ میں آگیا اور اُس نے اپنا لبادہ ڈال کر اُس کی جان بچائی۔

غوث گڑھ کی کل جائداد پر قبضہ ہوگیا۔ سب سے بُری بات یہ ہوئی کہ ضابطہ خاں اور جملہ روہیلا سرداروں کی عورتوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ اور شاہی قلماقنیوں نے اُن کی جامہ تلاشی لی۔

---

۵۱ نجیب التواریخ۔ ۵۲ سکھوں کے تاریخی ریکارڈ سے ثابت ہوا ہے کہ ضابطہ خاں نے اِس موقع پر مجبوراً سکھ مذہب بھی قبول کر لیا تھا۔

اس کے بعد گرفتار شدہ عورتیں اور بچے آگرہ کے قلعہ میں بھیج دئے گئے۔ صرف غلام قادر کو قدیم شناسائی کی وجہ سے دہلی لے گئے جسے لال قلعہ میں بادشاہ نے اپنی خدمتِ خاص میں رکھ لیا۔

اُس وقت غلام قادر ۱۸ سالہ خوبرو نوجوان تھا۔ شاہی محل کے دوسرے قیام میں شاہنشاہ نے محسوس کیا کہ شاہی خواتین حرم کی توجہ اُس کی طرف مبذول ہو رہی ہے۔ لہٰذا امکانی رُسوائی سے بچنے کے لئے ایک دن غلام قادر کو کوئی نشہ آور دوا پلادی جس سے وہ بیہوش ہوگیا۔ اور بیہوشی کی عالم میں آپریشن کرکے اُن کی قوتِ مردمی سلب کر دی گئی۔

افسوس دہلی کی شاہنشاہیت کس درجہ قساوتِ قلبی میں ڈوب گئی تھی۔

غلام قادر خاں ۶ اپریل ۱۷۷۶ء کو شاہی دربار سے رُخصت کر دیا گیا اس کے باپ سے صلح ہوگئی۔ کیونکہ شاہی حکومت اُن دنوں جاٹ اور راجپوت قوتوں سے دست و گریباں تھی۔ شمالی دوآبہ سکھوں کی یلغار کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ضابطہ خاں کو سکھوں کے خلاف لڑنے کے لئے منشورِ شاہی کے تحت سہارن پور کے ساتوں محال معہ قلعہ غوث گڑھ دیدے گئے۔

یہ ضابطہ خاں کی وہ پناہ گاہ تھی جس میں اس نے اپنی زندگی کے آخری ایام عالمِ شکست خوردگی میں گزارے اور یہی وہ جگہ تھی جہاں سے اِس کے بیٹے غلام قادر نے اُٹھ کر ہندوستان کے سیاسی تماشہ گاہ میں شیطانوں کا ساہیبت ناک رقص دکھایا۔

شاہ عالم کے دلّی واپس آنے اور تخت نشیں ہونے کے ۶ برس کے اندر اندر وہ بہادر روہیلہ فوجیں جنہوں نے دلّی کے چاروں طرف شاہی خدمت گزاری کی غرض سے ایک حصار عافیت کھینچ رکھا تھا بالکل نیست نابود کر دی گئیں۔ اور ایک شجاع قوم کی شاندار نوآبادیات جو نواب محمد خاں بنگش۔ نواب علی محمد خاں۔ دلاور الملک نواب دوندے خاں۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں اور نواب نجیب الدولہ کی سرفروشیوں کا نتیجہ تھیں۔ ہندوستان کے نقشے سے حرفِ غلط کی طرح مٹادی گئیں۔ اب کوئی طاقت ایسی باقی نہ رہی جس میں اتنی سکت ہو کہ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے شکست یافتہ مرہٹوں میں اگر ازسرِنو زندگی کی لہر دوڑ جائے تو وہ مشترکہ اسلامی انقلاب میں شامل ہو کر اُن سے ٹکر لے سکے۔

یکم دسمبر ۱۷۸۴ء کو شاہ عالم نے ایک دربارِ عام میں پیشوا کو اپنا نائب اور امیر افواج مقرر کیا۔ ۳ دسمبر کو ایک دوسرے دربار میں مہادا جی سندھیا کو سلطنت کا مدار المہام (وکیل مطلق) مقرر کیا۔

یہ اعزاز اس سے پہلے بہت کم لوگوں کو دیا گیا تھا۔
سلطنت تیموری کی طویل تاریخ میں اس کی صرف تین۳ مثالیں ملتی ہیں۔
نئے وکیل مطلق نے ایک لاکھ تیس (۱۳۰۰۰۰) ہزار روپئے ماہوار کا وظیفہ شہنشاہ کی ضروریات زندگی کے لئے مقرر کر دیا۔ مہاداجی سندھیا کی بغیر اجازت کوئی شخص بھی بادشاہ سے ملاقات نہیں کر سکتا تھا۔ اور ایک انچ زمین بھی ایسی نہ تھی جس کو پادشاہ اپنی کہہ سکیں۔
جس وقت مہاداجی سندھیا صحیح معنیٰ میں سلطنت کا آمر مطلق تھا۔ کمزور بادشاہ کم سے کم ایک حیثیت سے ضرور خود مختار تھا اُس نے اپنا خزانہ چھونے کی کسی کو اجازت نہیں دی اور اسلئے مہاداجی کو اپنی حیثیت قائم رکھنے کے لئے خود ہی روپیہ فراہم کرنا پڑا۔
روپیہ کی خاطر اُس نے بہت سی مہمات کیں اور کتنی ہی لڑائیاں لڑیں لیکن اُن میں سے کسی سے بھی پورے طور پر اُس کا مقصد حاصل نہیں ہوا۔ ایسا ہی ایک حملہ راجہ جے پور پر ہوا۔ راجپوت دلیری سے لڑے اور مہاداجی 'لال سوٹ' کے میدان سے ۱ر اگست ۱۷۸۷ء کو پسپا ہونے پر مجبور ہوا۔ ہندوستان کے اس جنگی دَور میں اُس کی یہ کمزوری جب عوام پر عیاں ہوئی تو وہ حریفوں کی نگاہ میں ذلیل ہوگیا۔ غلام قادر پہلا شخص تھا جس نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاکر دشمن پر کاری ضرب لگائی۔
نواب ضابطہ خاں کے انتقال کے بعد سہارن پور کا علاقہ ۱۲ر جنوری ۱۷۸۵ء کو اُسے مل گیا تھا اور وہ ڈھائی سال سے باطمینان اور بعافیت وہاں حکومت کر رہا تھا۔ اگر اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو ہندوستان کی ۳ دوسری پٹھان ریاستوں رامپور۔ ٹونک اور بھوپال کی طرح اُس کے خاندان میں بھی آج سلسلۂ حکومت موجود ہوتا۔ لیکن واقعات نے اُسے مجبور کر دیا۔ ذرا سی بھی آراضی مرحوم نجیب الدولہ کے پوتے کے قبضے میں لوگوں کو دیکھنا گوارا نہ تھی۔ مہاداجی سندھیا نے جے پور کے معرکہ سے پہلے ہی غلام قادر کے خلاف جنگ کا تہیہ کر لیا تھا۔ تاکہ ضلع سہارن پور کے زرخیز اور سرسبز علاقے پر زبردستی قبضہ کر لیا جائے۔
جوں ہی غلام قادر کو مہاداجی سندھیا کا زوال جے پور کی جنگ سے محسوس ہوا۔ وہ گوشہ نشینی چھوڑ کر بسرعت سہارن پور اور روہیلکھنڈ سے فوج جمع کر کے ہندوستان میں اپنی اور اپنے ہم مذہبوں کی مدافعت کی غرض سے میدان عمل میں نکل آیا۔ بالکل اُسی طرح جس طرح اُس کے دادا نواب نجیب الدولہ نے سلطنت سے مرہٹوں کا اقتدار دُور کرنے کے لئے اقدام کیا تھا۔ سب سے پہلے اُس نے دارالحکومت پر یلغار کی اور ۵ر ستمبر ۱۷۸۷ء کو دہلی میں داخل ہو گیا۔ غلام قادر کے طوفانی حملے اور مہاداجی کے

نمایندے کی بزدلی سے بادشاہ فوراً مرعوب ہو گیا۔ اُس نے غلام قادر کو باریابی بخشی اور بخشی الممالک کے عہدے پر سرفراز کیا۔ امیر الامرا اور روشن الدولہ بہادر کا خطاب اور خلعت و تحائف بھی عطا کئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُس کے عہدے اور مرتبے کے مناسب حال جاگیر کی منظوری کا فرمان بھی جاری کیا جائے۔ نیز اُسے شاہی صرفِ خاص کی جاگیرات کا منتظم مقرر کیا جائے۔

دارالسلطنت پر قبضہ کے بعد غلام قادر شاہ عالم کی تعمیل حکم میں اُس کے سپہ سالار کی حیثیت سے دہلی سے روانہ ہوا۔ تاکہ عطا شدہ جاگیروں کو سنبھالے اور صرفِ خاص کی جاگیرات جو معزول مدار المہام مہاداجی سندھیا کے قبضہ میں تھیں اُنھیں اپنے تحت میں لائے۔ اس مقصد میں بھی اُسے حیرت انگیز کامیابی ہوئی۔

دس ماہ سے بھی کم عرصہ میں یعنی ۱۲ ستمبر ۱۷۸۷ء سے یکم جولائی ۱۷۸۸ء تک اس نے دوآبہ۔ خورجہ۔ علی گڑھ۔ فیروز آباد۔ اور آگرہ تک نیز دوسرے مشہور مقامات اور کمبھیر کا قلعہ جو جاٹوں کے قلمرو میں تھا۔ فتح کر لئے۔ ہر مقام پر جاٹوں اور مرہٹوں کی فوج کی بیخ کنی کر دی گئی۔ غلام قادر نے اپنے حلیف اسمٰعیل بیگ ہمدانی کے ساتھ مل کر جو آگرہ میں اس کا شریک کار تھا ایسے ایسے بہادرانہ حملے کئے کہ مہاداجی کو مجبوراً اپنے مستقر گوالیار میں پناہ لینی پڑی۔ اور ہندوستان سے اُس کے اثرات بالکل زائل ہو گئے۔

چنانچہ مرہٹہ سفیر مقیم دہلی نے اپنے ایک خط میں اُس وقت پُونا لکھا کہ:۔

"جاٹ راجہ اور سندھیا کی افواج غلام قادر اور اسمٰعیل بیگ ہمدانی کی فوج سے آٹھ آٹھ دس دس کوس دور رہتی ہیں۔ جدھر یہ دونوں خان اپنا رُخ کرتے ہیں۔ ہمارے آدمی اُن کے مقابلے کی تاب نہیں لاتے۔ اور بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔" ؎

اُس وقت غلام قادر اور اسمٰعیل بیگ کی متحدہ فوجیں بارہ (۱۲۰۰۰) ہزار سواروں۔ پچیس (۲۵۰۰۰) ہزار پیدل فوج اور سو توپوں پر مشتمل تھیں۔ لیکن ان فاتح جنرلوں کو اپنے لشکر کے لئے روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔

ان کو اس وقت تک دہلی سے کچھ مدد نہ ملی۔ برخلاف اس کے بادشاہ شاہ عالم جن کو صرف

؎ زوالِ سلطنتِ مغلیہ۔ جلد سوم۔ از سر جادو ناتھ سرکار۔

اپنے وظیفہ کا روپیہ اپنے سرپرستوں سے وقت پر ملجانے سے سروکار تھا اِن دونوں ہی ناراض ہو گئے۔ کیونکہ مہاداجی سندھیا کے پاس سے باقاعدہ روپیہ آنے بلکہ بند ہو جانے کے یہی لوگ ذمہ وار تھے۔ بالآخر روپیہ کی قلت اور اندرونی سازشوں نے دونوں بہادروں کی کمریں توڑ دیں۔

علاوہ بریں بعض غیر متوقع واقعات نے بھی مہاداجی کی اعانت کی اور مرہٹوں اور جاٹوں کی متحدہ افواج نے ڈیگ اور آگرہ کے مقامات پر غلام قادر اور اسمٰعیل بیگ کو شکست دیدی۔ غلام قادر اور اسمٰعیل بیگ نے قدرتی طور پر دہلی مراجعت کر کے اپنے آقا شاہ عالم سے امدادی فوج اور مالی مدد کی التجا کی۔ لیکن شاہ عالم نے جو فطرتاً مغرور المزاج اور ابن الوقت تھا مہاداجی سے گفت و شنید شروع کر دی۔ اور ۲۴ر جون ۱۷۸۸ء کو مضطربانہ اُس کی حمایت کی اپیل کی۔ مہاداجی نے امید افزا جواب دیا۔ اُدھر اسمٰعیل بیگ اور غلام قادر نے دہلی میں داخل ہونے کی کوشش کی تو شہر کے دروازے بند کر دئے گئے اور شاہی فوج اُنکے مقابلہ کیلئے بھیج دی گئی۔ مگر غلام قادر نے ۱۴ر جولائی ۱۷۸۸ء کو احسان فراموش بادشاہ کی مخالفت کا قلع قمع کر دیا۔ اور بغیر کسی خاص وقت کے دارالسلطنت اور لال قلعہ میں داخل ہو گیا۔ باوجود اس سخت بے دردانہ اور غیر ہمدردانہ برتاؤ کے غلام قادر نے صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ دیا اور جب وہ اور اسمٰعیل بیگ شہنشاہ کے سامنے آئے تو فوراً انکساری سے اُس کے پیروں پر گر پڑے اور بغیر اجازت قلعہ میں داخل ہونے کی معافی چاہی۔ شاہ عالم نے ریاکاری سے اُن کو گلے سے لگا لیا اور کہا:۔

"تم دونوں میرے فرزندوں کی طرح ہو مجھے تمہاری پاسبانی ہزاروں سے عزیز ہے۔"

اِس پر غلام قادر نے عرض کیا:۔

"حضور والا کو چاہیئے کہ گزری ہوئی باتوں کو خیال مبارک سے دور فرما دیں کیونکہ یہ وقت دستگیری ہم فدویان کا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ حضور کے اقبال سے عنقریب کُل مرہٹوں کو ہندوستان سے نکال دوں گا۔ تاکہ حضور کے عہد حکومت میں اسلام کی ترقی ہو اور سلطنت کو زیب و زینت حاصل ہو۔"[۵]

بلیغ التواریخ ۵

اس گفتگو کے بعد علاوہ عطایات پیش گاہ شاہی سے خلعت ہفت پارچہ۔ کلغی۔ سرپیچ۔ مالائے مروارید۔ سپر و شمشیر اور فیل و اسپ۔ غلام قادر خاں کو عطا ہوئے اور غلام قادر نے شہر دہلی اور قلعہ پر قابو پاکر مرہٹوں کے خلاف اپنا آیندہ لائحہ عمل بنانے کے لئے تیاریاں

شروع کر دیں۔ دو ہفتہ تک کوئی واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ لیکن ۲۹ جولائی ۱۷۸۸ء کو غلام قادر خاں نے بادشاہ سے فوج کے اخراجات کے لئے ۳۰ لاکھ روپئے مرحمت کئے جانے کی درخواست کی۔

بادشاہ جس کا بخل عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا جاتا تھا اس پر جھنجھلا اٹھا اور سر دربار غلام قادر کو گالیاں دیں۔ یہ سر دربار توہین اونٹ کے بوجھ پر آخری تنکا تھا ——— جسے وہ برداشت نہ کر سکا۔ غصّے میں آپے سے باہر ہو گیا۔ مثل ہے کہ افغانی جذبۂ انتقام کو سوئے ہوئے چاہے جگ بیت جائیں لیکن وہ کبھی مرتا نہیں ہے۔ غلام قادر نے اپنی ذات۔ خاندان اور پوری روہیلہ قوم کے خلاف جاں گسل واقعات کو اب تک صبر کے ساتھ برداشت کیا تھا۔ لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ شہنشاہ کی انتہائی سخت دلی اور بزدلانہ سرشت نے اُسے اب دیوانہ بنا دیا۔ اُسے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ جب تک وہ ہندوستان کو شاہی خاندان سے پاک وصاف نہ کرے گا اور ان بزدلوں اور بدچلن لوگوں کو جنھوں نے دہلی کے تخت کو گندہ کر رکھا ہے برباد نہ کرے گا۔ قومی اصلاح ناممکن ہے۔

مرہٹوں سے زندگی اور موت کی کشاکش میں روپیہ ایک فیصلہ کن چیز تھی۔ شہنشاہ اور شاہی خاندان کے مرد اور عورتیں کروڑوں روپیہ کے مالک تھے لیکن سلطنت کے محافظ، فوجی لوگ معمولی معمولی تنخواہوں کے بھی وقت پر نہ ملنے کی وجہ سے برسوں سے بھوکے مر رہے تھے۔ اس لئے غلام قادر نے تیس (۳۰۰۰۰۰۰) لاکھ روپیہ معہ سود بالائے سود زبردستی وصول کرنے کا تہیہ کر لیا۔

۳۰ رجولائی کو پادشاہ کی تخت سے معزولی ۱۰ راگست ۱۷۸۸ء کو نابینا کیا جانا۔ شہزادوں، شاہی بیگمات کی تذلیل اور اذیت میں بہیمیت اور ستمگری کا بےجا طول اور دہلی کی ہولناک تباہی یہ سب چیزیں اُسی کا نتیجہ تھیں۔

تمام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر شاہ عالم ابتدا ہی میں تیس (۳۰۰۰۰۰۰) لاکھ روپئے شاہی فوج کے اخراجات کے لئے دیدیتے تو وہ تمام مصیبتیں جو اُن پر اور اُن کے خاندان پر آئیں رفع ہو جاتیں۔ لیکن اُن کو تو دولت زندگی اور عزّت سے زیادہ عزیز تھی۔

اگرچہ لارڈ کلایو سے ۱۷۶۵ء میں صلح کر لینے کے بعد سے بادشاہ نے کافی دولت بنگال کی خراج اور پتھر گڑھ اور غوث گڑھ کے مالِ غنیمت سے سمیٹ لی تھی۔ تاہم اُس نے ایک پائی بھی ملک کے انتظام اور فوج کی تنخواہ پر صرف نہیں کی۔

مستقل مزاجی کے ساتھ اُس کی تمام بُزدلانہ حرکات، خفیہ حکمت عملی اور مکّارانہ چالیں محض اپنی ذات کے لئے روپیہ جمع کرنے کے لئے ہوتی تھیں۔ خواہ یہ روپیہ ایمانداری سے جمع ہو یا بے ایمانی سے۔ اِسی سبب سے اُس کی تجوریاں بے پایاں دولت سے معمور تھیں۔

مرہٹہ سفیر نے جولائی ۱۷۸۲ء میں پونا لکھا کہ :-

"مرکزی حکومت میں بڑی ابتری ہے۔ خزانۂ عامرہ خالی ہے اور سپاہیوں کے پاس اشیاء خورد و نوشش کی خریداری کے لئے روپیہ نہیں ہے۔

وزیر اعظم نجف خاں کا ذاتی محافظ دستہ فوج بھی بھوکوں مر رہا ہے اور گھوڑے اور ہاتھی چارہ نہ ملنے کی وجہ سے دم توڑ رہے ہیں۔"

مگر غلام قادر خاں بادشاہ کی مالی حالی سے پورے طور پر باخبر تھا اس لئے ظاہری مفلوک الحالی سے دھوکے میں نہ آسکتا تھا۔ اُس نے الوہیت کے اُس مصنوعی نقاب کو جو دہلی کی شہنشاہی پر پڑا ہوا تھا اپنے وحشی افغان ہاتھوں سے نوچ کر پھینک دیا۔

شہنشاہ کو معزول اور نابینا کرنے کے علاوہ اُس نے ہفتوں اہالیانِ قلعہ پر خورد و نوشش کو بند رکھا۔ شہزادوں کو زد و کوب کیا۔ شاہزادیوں کی توہین کی۔ نوکروں کو مرتے دم تک کوڑے لگوائے اور محل کو تاراج کیا۔ خزانے جو قلعہ سے باہر دبے ہوئے تھے کھدوا ڈالے۔

اس طرح ۲۵ کروڑ روپئے نقد اور دوسری قیمتی چیزیں اُس کے ہاتھ آئیں۔ باوجود اُن سخت مظالم کے جو غلام قادر نے توڑے بادشاہ نے خود اپنی زبان سے اپنی پوشیدہ دولت کا کبھی پتہ نہ دیا۔

اِسی طرح اُس کے متوسلین اُس بے پناہ دولت کو تھوڑا تھوڑا کر کے بتاتے تھے اور وہ بھی جبکہ متواتر ہفتوں اُن کو سخت تکالیف دیجاتی تھیں۔ غلام قادر نے ایک موقع پر کہا :-

"یہ قوم بادشاہ کی عجیب پتھر دل ہے کہ اس قدر لعنت و ملامت پر جو ان کے ساتھ عمل میں آئی مطلق اثر نہیں ہوتا اور ہر مرتبہ کی مار دھاڑ کے بعد بمشکل مال کا پتہ دیتے ہیں اور ہمیں نے جو یہ روپیہ جمع کیا ہے صرف نوچ کھسوٹ کے واسطے ہے۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے بخل کی متعدی بیماری سارے خاندان میں پھیلی ہوئی تھی ۔ ؎

بدستِ خلقِ عالم کاسۂ دریوزہ می بینم
گدا چوں پادشہ گردد گدا ساز د جہانے را

بادشاہ شاہ عالم نے خود بھی — آنکھوں کی روشنی کھو دینے اور — بربادی کے بعد اپنی عمر بھر کی غلطی کو بالآخر محسوس کیا چنانچہ اپنے مشہور مرثیہ میں کہتے ہیں ؎

بُود جاں کاہ زر و مال جہاں ہمچو مرض
دفع از فضلِ الٰہی شدہ بیماری ما

بادشاہ کی آنکھیں نکالے جانے کو ہندوستان کی تاریخ میں بہت اہمیت دی گئی ہے لیکن یہ بات ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس زمانہ میں محل شاہی میں حادثاتِ قتل اور دشمن کو تخت سے محروم کرنے کے لئے آنکھیں نکلوانا معمولی باتیں تھیں۔

شاہنشاہ ہمایوں کے زمانہ سے جس نے اپنے بھائی کامراں کو نابینا کیا۔ شاہ عالم کے والد عالمگیر ثانی تک (جنھوں نے احمد شاہ کو اندھا کرکے مقید کر دیا) ورجنوں مغل شہزادے اس قسم کے مظالم کا شکار ہوئے۔ اسی وجہ سے غلام قادر نے شاہ عالم کو مخاطب کرکے کہا:۔

"تم نے اپنے کئے کی سزا پائی۔ میں نے تو بہت تحمل سے کام لیا۔ اور انصاف کیے قایم کرنے اور تمہاری جان بخشی میں کوشش کی ورانحالیکہ تم تو اِس کے مستحق تھے کہ تمہارے جسم کے اعضا کو کاٹ کاٹ کر چیل کوّوں کے آگے ڈال دیا جاتا۔"

خود شاہ عالم نے بھی اپنی تکالیف کو اتنا محسوس نہیں کیا جتنا کہ آج ہم کرتے ہیں۔ اِس کا ثبوت ذیل کے اُس خط سے ملتا ہے جو شاہ عالم نے دلّی سے غلام قادر کو اُس وقت لکھا تھا جبکہ وہ مرہٹوں کے محاصرہ کے دباؤ اور اپنے ساتھی اسمٰعیل بیگ کی غداری کی وجہ سے مع چند شہزادوں کے دلّی چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا:۔

"فدوی خاص۔ لائق الاختصاص۔ قابل العنایات والاحسان۔ وکیل مطلق۔ بخشی الممالک۔ نصیر الملک۔ امیر الامراء۔ نجیب الدّولہ۔ مدار المہام۔ مؤید السلطنت۔ اساتین خلافت۔ سپہ سالار۔ رستمِ ہند۔ منصورِ زماں۔ روشن الدّولہ۔ فرزند خاص الخاص۔ نوّاب غلام عبد القادر خان بہادر۔ ثابت جنگ۔ فدوی محمد شاہ عالم بادشاہ۔ خدا کرے کہ تم اعلیٰ مراتب اور شاہی اعزازات سے ہمیشہ سرفراز

ہوتے رہو۔ تم کو واضح ہو کہ جو بدعنوانیاں تم سے گورنمنٹ شاہی کے خلاف سرزد ہوئی ہیں وہ ہماری ہی کوتاہیوں اور گردشِ فلک کا نتیجہ تھیں۔ تمہارا کچھ قصور نہیں ہے"۔

کردہ بودیم گناہے کہ سزایش دیدیم
ہست مصروف کہ بخشند گنہگاری ما

لیکن خدا اُنھیں کی مدد کرتا ہے جو اپنی آپ مدد کرتے ہیں۔ غلام قادر خاں جو ہندوستان میں سلطنتِ اسلامیہ کے قیام و بقا کے لئے جان کی بازی لگا کر میدان میں آیا تھا۔ اپنے حلیف اسمٰعیل بیگ ہمدانی کی غداری اور قلعۂ دہلی سے حاصل شدہ خزانہ کے راستہ میں لُٹ جانے کی وجہ سے آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ دہلی سے نکل کر چھ مہینہ تک بڑی بڑی مہموں اور لرزہ خیز واقعات سے گزر کر اتفاقاً اپنی فوج سے جُدا ہو گیا اور مرہٹہ فوج نے اُس کو تحصیل شاملی ضلع مظفر نگر کے ایک گاؤں 'جتی' یا 'جنتی' میں جہاں وہ ایک برہمن کے مکان میں آرام کر رہا تھا گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد اُسے مہاداجی سندھیا کے پاس متھرا لایا گیا جہاں ۲ر لغایت ۴ر مارچ ۱۷۸۹ء میں تین دن تک سخت اذیتیں دے کر ایسی اذیتیں جو اُس کے ہاتھوں شاہ عالم کو بھی نہ پہونچی تھیں۔ شہید کر دیا۔
جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے متھرا میں پھینک دئے گئے۔ سر علی گڑھ میں ساسنی گیٹ کے پاس سپردِ خاک کر دیا گیا[۵۱] اور اُس کی آنکھیں شاہ عالم کے پاس دہلی بھیجدی گئیں۔

---

۵۱ خاکسار مترجم نے علی گڑھ میں ساسنی گیٹ کو جہاں غلام قادر خاں کا سر دفن کیا جانا بتایا گیا ہے جا کر دیکھا۔ ظاہر ہے کہ جن حالات میں غلام قادر خاں کو شہید کیا گیا اور جس طرح اُس کے سر کو دفن کیا گیا ہوگا اُس کی کوئی مستقل اور پائدار یادگار باقی رکھنے کی بھلا کس نے کوشش کی ہوگی۔ تاہم بعض صورتیں ایسی بھی پیش آجاتی ہیں کہ مستحکم اور پائدار یادگاروں کے نشان تک باقی نہیں رہتے اور کمزور سے کمزور نشانیاں صدیوں باقی رہ جاتی ہیں۔

مہاداجی سندھیا کی فوج کے سپاہی متھرا سے دلّی جاتے ہوئے ضرور ساسنی دروازہ کے قریب
(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۲ پر)

غلام قادر کے دُنیا سے اُٹھ جانے کے بعد مہاداجی سندھیا کی فتحمندی اور حکومت کا جھنڈا دہلی پر پھر لہرانے لگا اور بغیر کسی مزاحمت کے مسلسل تیرہ۱۳ سال تک لہراتا رہا۔ یہاں تک کہ سینٹ جارج کے انگریزی پرچم نے اُس کی جگہ لی۔ اور اس طرح شاہ عالم کی دلی تمنائیں بھی پوری ہوگئیں۔ جن کی جھلک اُن کے ذیل کے اشعار میں پائی جاتی ہے؎

مہاداجی سندھیا کہ فرزند جگر بند من است
ہست مصروف تلافیٔ ستم گاریٔ ما
آصف الدولہ و انگریز کہ دستور من اند
چہ عجب گر بنمایند مددگاریٔ ما

(مُترجّمہ)

سراج الحق قریشی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۱ سے) ٹھیرے ہوں گے کیونکہ یہی راستہ تھا۔ مذکورہ گیٹ کے قریب ہی ایک پرانا کنواں بھی ہے جہاں پڑاؤ کی ترغیب ہوئی ہوگی۔ اس پڑاؤ میں غلام قادر خاں کے سر کو ایسی حالت میں دیکھا گیا ہوگا کہ وہ تیزی کے ساتھ سڑا گلا جا رہا ہے اور دہلی تک نہ پہونچ سکے گا۔ تو اُس کو اسی جگہ زمین میں گاڑ دیا۔ اور ثبوت کے لئے ایک کچا چبوترہ بھی بنا دیا۔ عجب اتفاق ہے کہ اِسی جگہ ایک چھوٹا سا کچا چبوترہ آج تک موجود ہے اور اس کو "کلہ داری" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جس کے معنی وہ جگہ جہاں سر رکھا گیا۔ بہ آسانی مفہوم ہوتے ہیں۔

بالخصوص کلہ کے ساتھ فارسی کا لفظ 'داری' اس عہد کی خبر دیتا ہے جبکہ ہندوستان میں فارسی زبان رائج تھی۔ اِس "کلہ داری" یا غلام قادر خاں کے سر کا مدفن اب تک محفوظ رہنے کا یہ سبب ہوگیا کہ اس نواح کے غریب غربا اور نیچ ذات کے لوگ ایک سنت کی قبر سمجھ کر اس کو راضی رکھنے کے لئے بھنگ۔ شراب۔ سلفا۔ پانی کی مشک اور پھول چڑھاتے ہیں اور لپائی اور لیسائی بھی کرتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ غلام قادر خاں جیسے مرد میدان شہامت اور مجاہد ملت کی اِس مقام پر ایک صحیح اسلامی نمونہ کی یادگار بنائی جائے اور تاریخ شہادت کا کتبہ نصب کر دیا جائے۔

(قریشی)

۳۱۰۹۶

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کی شعبۂ تصنیف و تالیف

کی

بعض خاص اور قابل قدر مطبوعات

ہمایوں نامہ یہ ہمایوں بادشاہ کی سوانح عمری ہے۔ جو ان کی حقیقی بہن گلبدن بیگم نے فارسی زبان میں تصنیف کی تھی اور اب اس کا اردو ترجمہ دو قابل ترین گریجوایٹوں نے نہایت قابلیت کے ساتھ کیا ہے۔ گلبدن بیگم نے اس کتاب میں جو کچھ تحریر کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح، معتبر اور چشم دید واقعات پر مبنی ہے شاہی محلات اور بہت سے دوسرے معاملات کے متعلق اس کتاب میں ایسے دلچسپ واقعات لکھے گئے ہیں جو ایک مورّخ کی دسترس سے باہر ہیں اور جن کو صرف شہنشاہ ہمایوں کی بہن گلبدن بیگم ہی لکھ سکتی تھیں۔ یہ کتاب مورخین کی نظر میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ یہ کتاب اپنی معلومات کے لحاظ سے ایک بہترین اور نہایت بیش قیمت چیز ہے۔ قیمت صرف عہ

صولت شیر شاہی یہ سلطان عادل شیر شاہ سوری کی زندگی کے حالات ہیں۔ شیر شاہ کس دل و دماغ کا انسان تھا۔ اس نے معمولی درجہ سے ترقی کر کے ہندوستان کی سلطنت کس طرح حاصل کی اور پھر اس سلطنت کو کس خوبی اور قابلیت کے ساتھ چلایا اور کیسے کیسے بے نظیر آئین و قوانین نافذ کئے۔ عدل و انصاف، ہمت و شجاعت، دلیری و بہادری۔ یہ خوبیاں قدرت نے کس پیمانہ پر اس کو عطا فرمائی تھیں۔ یہ سارے حالات پوری تفصیل اور نہایت خوبی سے اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں اور بالکل اصلی اور معتبر ماخذوں سے لئے گئے ہیں۔ مولفہ سید احمد مرتضیٰ صاحب نظر۔ قیمت عہ

سلاطین معبر سلاطین کارومنڈل کے مسلمانوں کی فراموش شدہ سلطنت کا تاریخی حال جس کے ساتھ متعدد نقشے اور معبر کے سکوں کے نقوش بھی دئے گئے ہیں۔ از حکیم سید شمس اللہ صاحب۔ قیمت ۸ر

ملیبار ملیبار کے جغرافیائی اور تاریخی حالات مع متعدد نقشہ جات، یہ حالات بڑی محنت اور تحقیق سے لکھے گئے ہیں۔ از حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری۔ قیمت ۱۲ر

مہتمم کانفرنس بک ڈپو

سلطان جہان منزل علی گڑھ

تصانیف سیّد الطاف علی بریلوی

حیاتِ حافظ رحمت خاں — روہیلکھنڈ کے مشہور روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت خاں شہید کی اُردو زبان میں پہلی مکمل و مبسوط با تصویر سوانحعمری جس میں اٹھارویں صدی عیسوی میں روہیلہ قوم کے کارنامے اور ولولہ انگیز حالات نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ملک کے طول و عرض میں مقبولیت عام حاصل کر چکی ہے۔ حجم ۴۰۰ صفحات۔ قیمت مجلد ۵ روپے (زیر طبع بار دوم)

مسلمانوں کی تعلیمی جدّ و جہد — (بزبان انگریزی) اس کتاب میں ہنگامہ ۱۸۵۷ء سے اِس وقت تک کی مسلمانانِ ہند کی بالخصوص اور مسلمانانِ یو۔پی کی بالعموم تعلیمی کوششوں اور عہد بعہد کی جدّ و جہد کو تفصیل کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ (زیر طبع بار دوم)

مسلمان کی دنیا — مصنف نے اپنی دہ سالہ پبلک لائف کے تاثرات اور مسلمانوں کے زوال و انحطاط کے اسباب و علل کو افسانہ کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ قیمت ۱۰ آنے

معرکہ انتخاب جداگانہ و مخلوط — جداگانہ یا مخلوط کونسا طریقۂ انتخاب مسلمانوں کے مفید ہے اس سوال کا جواب عام فہم زبان میں دیا گیا ہے۔ قیمت ۲ آنے

رباعیاتِ عرش فاروقی — بریلی (روہیلکھنڈ) کے ایک باکمال نوجوان شاعر و ادیب منشی اعتماد الدین احمد عرش فاروقی مرحوم کے دردانگیز حالاتِ زندگی اور بطور نمونۂ کلام اُن کی کیف آور رُباعیات کا مجموعہ۔ قیمت ۱۰ آنے

صوبہ متحدہ میں مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم — دوسری اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں کو اپنی تعلیمی ترقی میں جو شدید مشکلات اور رکاوٹیں درپیش ہیں۔ ان پر نہایت موثر مقالہ ہے۔ ساتھ ہی حلِ مشکلات کی تدابیر بتائی گئی ہیں۔ قیمت ۸ آنے

نواب دوندے خاں — (بزبانِ انگریزی و اردو) حافظ الملک حافظ رحمت خاں اور امیر الامراء نواب نجیب الدولہ کے ہمعصر اور شریک کار عزت الدولہ دلاور الملک نواب دوندے خاں بہادر بہرام جنگ کے مجاہدانہ واقعات اور سرفروشانہ حالات کا مجموعہ اور مرہٹہ قوم سے نبرد آزمائی کا مرقع ہے۔ قیمت ۴ آنے

غلام قادر روہیلہ (سلطنتِ مغلیہ کا آخری محافظ) — (بزبان انگریزی و اردو) قیمت ۸ آنے

ملنے کا پتہ

منیجر کانفرنس بکڈپو سلطان جہاں منزل علی گڑھ یو۔پی